مفتی عبد اللہ ممتاز قاسمی سیتامڑھی کے مضمون

’’فتویٰ اور قضاء میں فرق اور مسئلہ طلاق میں بے احتیاطی‘‘

پر وضاحتی ملاحظات

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی
استاذ ونگران شعبہ تخصصِ فقہِ اسلامی، جامعہ

خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم ومکرم ومعظم مد ظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہانہ ’’بیّنات‘‘ ذوالقعدہ ۱۴۴۲ھ کے شمارہ میں ایک مضمون ’’فتویٰ اور قضاء میں فرق اور مسئلہ طلاق میں بے احتیاطی‘‘ نظر سے گزرا، جس کی وجہ سے شدید تشویش رہی کہ مضمون کا خلاصہ ولبّ لباب یہ محسوس ہوا کہ تین طلاقیں جب الفاظ صریحہ ’’طلاق‘‘ ’’طلاق‘‘ ’’طلاق‘‘ کے لفظ سے بھی دی جائیں تو قضاءً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ میں جو لوگوں کے چلن کے بدلنے اور دیانت کے کم ہوجانے کی وجہ سے تین طلاق کا فیصلہ کیا گیا، اب اس مسئلہ میں طلاق کی شرح کم کرنے کے لیے الفاظِ صریحہ کو باوجود اس کے کہ لوگ تین سے کم کو طلاق ہی نہیں سمجھتے‘ ایک شمار کرنے پر موصوف مضمون نگار کا اصرار ہے۔

اس سب کی بنیاد فتویٰ اور قضاء کا فرق گردانا گیا ہے، حالانکہ مضمون کی ابتداء میں ہی قاضیوں کی جہالت کی وجہ سے مفتیانِ کرام کا فتویٰ قضاء کے قائم مقام ہوگیا اور اس کی صراحت کردی، اب اس زمانہ میں جب کہ عدمِ احتیاط اور دیانت کا فقدان ہوگیا اور لوگ طلاق دینے کے باوجود انکار کرنے کا کوئی بوجھ نہیں سمجھتے، کیا ایسے قضا اور فتوی میں تفریق کرنا درست ہوگا؟

ساتھ ہی مضمون میں ایک اور بات کہ مفتی کے ذمہ تنقیحِ مسئلہ نہیں اور جیسے اس سے پوچھا

جائے وہ اس کا جواب دے، اصولِ افتاء کی رو سے یہ بات درست ہے؟

والسلام

آپ کا شاگرد

عمر علی

مدرسہ عربیہ اسلامیہ، دارالعلوم راولاکوٹ، آزاد کشمیر

جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز القدر مولانا محمد عمر علی صاحب! زید عمرك وعلمك

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہ نامہ بینات ذوالقعدہ ۱۴۴۲ھ کے شمارے میں مفتی عبداللہ ممتاز قاسمی سیتامڑھی صاحب کا مضمون بعنوان ''فتویٰ اور قضاء میں فرق اور مسئلہ طلاق میں بے احتیاطی.... مفتیانِ کرام کی خدمت میں ایک گزارش'' چھپا۔ ماہ نامہ ''بینات'' کے مختلف اہلِ علم قارئین نے اس مضمون کے بارے میں آپ کی طرح زبردست علمی تحفظات کا اظہار فرمایا۔ یہ تمام تحفظات علمی وتنقیدی اعتبار سے بالکل بجا ہیں، ادارے کی انتظامیہ اور دارالافتاء کے ذمہ داروں نے بھی اس مضمون کو فقہ، اصول اور ''بینات'' کے روایتی ضوابط کے خلاف قرار دیتے ہوئے قابلِ وضاحت قرار دیا ہے، تاکہ ماہ نامہ ''بینات'' کے قارئین اس وضاحت کو اپنے ریکارڈ کا حصہ بنا سکیں۔

واضح رہے کہ مذکورہ مضمون فتویٰ اور قضاء کے علمی فروق جیسے خوشنما ظواہر کی وجہ سے محض علمی وتحقیقی جذبے کے تحت اہلِ علم کی تحقیقی وجہۃ النظر کی نذر کیا گیا تھا، اور اس مضمون میں کافی حد تک ادارتی حق کے تحت ردوبدل بھی ہوا تھا، جس کے بعد بزعمِ مصحح فتویٰ اور قضاء کے علمی فرق کو سمجھنے کے لیے دعوتِ فکر کا پہلو ملحوظ رکھا گیا تھا، لیکن کافی حد تک حذف وترمیم کے باوجود مضمون کی یہ روح باقی رہی کہ حضرت عمرؓ کے فیصلے کے مطابق دیانت میں کمی کی وجہ سے قضاء پر فیصلے صادر کرنے کی مانند اب قضاء کے فقدان کے باعث طلاق دہندہ کی دیانت پر فتوے کی گنجائش ہونی چاہیے، اس لیے اگر کوئی شخص الفاظِ صریح سے ''طلاق، طلاق، طلاق'' کہے اور ایک کی نیت کرے تو اس کی بات پر اعتماد ہونا چاہیے۔ مضمون کا یہ حاصل ہے اور مضمون نگار کو اس پر اصرار ہے۔

مضمون نگار کی یہ رائے بچند وجوہ محلِ نظر ہے:

❶ :- امت کے فقہاء کی متواتر تصریحات کے مطابق بابِ طلاق میں نیت کا اعتبار کنائی الفاظ میں ہوتا ہے، صریح الفاظ میں نیت کا سوال ہوتا ہے اور نہ ہی اعتبار، بلکہ بعض کنائی الفاظ میں بھی دلالتِ حال اور قرائن کی وجہ سے طلاق اور علیحدگی کی نیت کو متحقق مانا جاتا ہے، اس کے باوجود صریح الفاظ میں نیت کا اعتبار کرنا ظاہر ہے کہ علمی واصولی اعتبار سے بے بنیاد بات ہے۔

❷ :- فاضل مضمون نگار نے جاہل عوام میں طلاق کے تناسب کو کم گردانے کے لیے طلاق کے تکرار کو تأسیس وتاکید کی بحث کی نذر بھی فرمایا ہے، جس کا علمی سقم بالکل عیاں ہے، کیوں کہ تأسیس وتاکید کی تفریق کا سوال حکایات میں متحقق ہوتا ہے یا مجالس کے اختلاف میں زیرِ بحث آتا ہے، ایک ہی مجلس میں صریح الفاظ کے ساتھ مکرر سہ کرر طلاق دینے والے کی نیت کا سوال کرنا اس ''اجماعِ اخیار'' کے خلاف ہے جو حضرت عمرؓ کے دور میں منعقد ہوا تھا اور اس وقت سے تاحال تواترِ متوارث کے ساتھ اُمتِ اسلامیہ کے ہاں معروف ہے۔ اُمت کے سندی واستنادی اصولوں کے مطابق ایسے اجماعی مواقف کے برخلاف رائے قائم کرنا' اختلاف کی بجائے انحراف کہلاتا ہے۔ اگر کوئی نامور صاحبِ علم اس قسم کا موقف قائم کرے تو اُن کے احترام میں ان کی رائے کو انحراف کی بجائے زیادہ سے زیادہ تفرُّد وشذوذ قرار دیا جاتا رہا ہے، اس لیے فاضل مضمون نگار کا اپنے اس زمانے کے اہلِ علم کو علمائے اُمت کے متواتر اور متوارث مواقف کے خلاف رائے قائم کرنے کی دعوتِ فکر دینا، فکری واصولی اعتبار سے سنگین اقدام معلوم ہوتا ہے۔

❸ :- فاضل مضمون نگار نے فتویٰ اور قضاء میں فرق کے لیے اپنی دعوتِ فکر کا محرک اس بات کو قرار دیا ہے کہ معاشرے میں نادانی اور جہالت کی وجہ سے تین طلاقوں کا رجحان بڑھ رہا ہے، جس کے باعث لوگوں کے گھر اُجڑ رہے ہیں، اگر ہم ایسے جاہلوں کے جاہلانہ اقدام کو ان کی نیت پر موقوف کردیں تو اُجڑنے والے کئی گھر بسنے کے قابل رہیں گے۔ فاضل مضمون نگار کی اس بات میں حسنِ ظن کا صرف اتنا عنصر ڈھونڈا جاسکتا ہے کہ فاضل عالم نے جہالت کی وجہ سے اُجڑنے والے گھروں کے متأثرین کے ساتھ محض انسانی ہمدردی کی بنیاد پر یہ بات ارشاد فرمائی ہے، ورنہ یہ بات انتہائی غلط ہے کہ نادان لوگ' نادانی وجاہلیت کے مظاہرے کرتے رہیں، اس سے نہ رُکیں اور علماء ان کی نادانی اور برائیوں کو اپنی علمی توانائی کے ذریعہ اچھے اور سہل محامل پر محمول کرتے رہیں، ظاہر ہے کہ یہ وطیرہ برائی کے خاتمے کی بجائے اس کی علمی پردہ پوشی کے زمرے میں آتا ہے، یہ وہی خطرناک عمل ہے جس سے

سابقہ ادیان مسخ ہوئے تھے۔ اس لحاظ سے فاضل مضمون نگار کی ''دعوتِ فکر'' بظاہر معمولی چنگاری سہی، لیکن اس کے دوررس خطرات کا سلگھاؤ ناقابلِ انکار خطرہ ہے، یعنی اس قسم کی فکر اور رعایت ہونے لگی تو پھر کئی اجماعی مسائل عوامی نادانی کی خاطر تبدیلی کی نذر ہوتے رہیں گے، ولاسمح اللہ۔

❹:۔ فاضل مضمون نگار کی یہ بات بھی بڑی تعجب انگیز ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طلاقِ ثلاثہ کے بارے اپنے دور میں جس دیانت کی دریافت اور اس پر فیصلہ کو مشکل قرار دیا تھا تو آج کے اس دور میں ہمارے اَبتر معاشرے میں ایسی قابلِ اعتنا دیانت کیسے دریافت ہوگی اور اپنے دور کے نادان لوگوں کی ''دیانت'' پر بھروسہ کیسے ممکن ہوگا؟ یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے۔

❺:۔ اگر عرفِ زمانی اور احوال کی تبدیلی کی بنیاد پر احکام کی تبدیلی کا بہانہ پیشِ نظر ہو تو اہلِ علم کے ہاں اس بہانے کی بے وقعتی روزِ روشن کی طرح واضح ہے، کیوں کہ عرف اور زمانی احوال کی تبدیلی منصوصات اور اجماعیات کے خلاف کسی طور پر معتبر نہیں ہوتی۔

سو جن مسائل میں اعراف اور احوالِ زمانہ کی وجہ سے تبدیلی کا واویلا کیا جاتا ہے، وہ بنیادی طور پر وہی مسائل ہوتے ہیں جن کا اصل مدار ہی عرف وغیرہ کو قرار دیا جاتا ہے، اگر لوگوں کے احوال بدلنے سے منصوص اور اجماعی مسائل کی تبدیلی کا نظریہ تسلیم کرلیا جائے تو پھر مسلم معاشرے میں اتباعِ شریعت کا عنوان اتباعِ ہویٰ سے بدل جائے گا، ولاسمح اللہ۔

❻:۔ ہمارے مؤقر مضمون نگار کا ایک مغالطہ یہ بھی سامنے آیا ہے کہ انہوں نے قضاء اور افتاء کے درمیان فرق اور دائرۂ اثر میں خلط وتجاوز کا خیال نہیں رکھا، بلاشبہ مفتی کا کام محض اظہار ہے، جبکہ قاضی کا کام فتویٰ اور حکم کی تنفیذ ہے، تنفیذ میں جس قدر تحقیقِ احوال کی ضرورت ہے، اظہار میں اس درجہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ بات فی نفسہٖ درست ہے کہ مفتی اگر صورتِ مسئولہ کے مطابق جواب دے دے تو اُسے کافی سمجھا جاسکتا ہے، مگر یہاں دو باتیں ملحوظ رکھنے کی ہیں: ایک یہ کہ مفتی' استفتاء میں تنقیح کرسکتا ہے یا نہیں؟ تو اس میں کسی صاحبِ فتوی کو ابہام نہیں ہونا چاہیے کہ استفتاء میں پائے جانے والے ابہام کی دوری اور حکم میں تشقیق کا باعث بننے والی پوشیدگی کی وضاحت مفتی کی ذمہ داری ہے، دوسرا یہ کہ ایسے سوالات میں تنقیح' حذاقت ومہارت کی علامت ہے، کیوں کہ بہت سارے مستفتی حضرات' سوال نامے میں بعض چیزوں کے ضروری اظہار سے دانستہ گریز کرتے ہیں اور فتوی کو یک طرفہ طور پر اپنے حق میں استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں، عوام کی اس چالاکی سے چوکنّا رہنا مفتی کی شرعی ذمہ داری ہے۔ اگر مفتی یہاں پر تنقیح سے کام نہ لے سکا تو فتویٰ دینی رہنمائی کی بجائے باہمی فساد

کا ذریعہ بن سکتا ہے، اسی بنا پر اِفتاء کے اصول وآداب میں یہ سکھایا جاتا ہے کہ مفتی کو لوگوں کی عادات اور طریقہائے واردات سے واقف کار ہونا چاہیے۔

ان تفصیلات کے تناظر میں ہمیں محترم جناب مفتی عبداللہ ممتاز قاسمی سیتامڑھی کے اس طرزِ بیان پر تعجب ہورہا ہے کہ ایک طرف وہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ مفتی کو چاہیے کہ وہ تین صریح طلاق دینے والے شخص کے صریح الفاظ کے مطابق فتویٰ دینے کی بجائے اس کی نیت دریافت کرکے اس کے مطابق فتویٰ دے اور دوسری طرف استفتاء کے بیان کی حقیقت واضح کرنے والی تنقیح کو بھی غیر ضروری یا ممنوع قرار دیتے ہیں۔

بنابریں مفتی عبداللہ ممتاز قاسمی سیتامڑھی کا مضمون ''فتویٰ وقضاء میں فرق اور مسئلہ طلاق میں بے احتیاطی.... مفتیانِ کرام کی خدمت میں ایک گزارش'' شائع شدہ ماہ نامہ ''بینات'' ذوالقعدہ ۱۴۴۲ھ ہماری رائے میں فقہی، اصولی اور ''بینات'' کے انتظامی ضوابط کی روشنی میں درست نہیں ہے۔ ماہ نامہ ''بینات'' کے قارئین محولہ بالا مضمون کے ہمراہ اس وضاحت کو بھی اپنے ریکارڈ کا حصہ رکھیں یا اس مضمون کو بینات کی اشاعت سے کالعدم تصور فرمائیں۔

ماہ نامہ ''بینات'' اس مضمون کے مندرجات سے متفق نہیں ہے، اس کی اشاعت ادارہ ''بینات'' کی انتظامی غلطی ہے، جس پر ادارہ اپنے قارئین سے معذرت خواہ ہے۔

فقط والسلام

رفیق احمد بالاکوٹی

۲۶-۱۱-۱۴۴۲ھ

۷-۷-۲۰۲۱ء